ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.1(2024)
(January to March)

بشیر احمد بیتابؔ کی غزل اور تہذیبی اقدار: ایک جائزہ

Bashir Ahmed Bitab's Ghazal and Cultural Values : A Review

شہمیر احمد ملک

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور، پنجاب

ڈاکٹر سید طارق حسین رضوی

شعبہ اُردو، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور، سندھ

Shahmir Ahmed Malik

Doctoral Candidate, Department of Urdu, The Islamia University of Bahawalpur, Punjab

Dr.Syed Tariq Hussain Rizvi

Department of Urdu, Shah Abdul Latif University, Khairpur, Sindh

Abstract:

In this article, the true emotions of Bashir Ahmad Bitab's Ghazal, feelings, facts, style, lip tone, purpose of life, the reality of society, moderation of mood and sincerity of emotions, different color from the Ghazal of the present day, the nature of natural delivery, in his Ghazal the traces of cultural values and tradition, styles, simple narrations, true form and simple style in Ghazal, true tendency of love, elegance of moral standards, pains and sufferings of Life and human sufferings, interpretation of the soul of truth, human life and the ups and downs of the world. Faraz, the subtleties of Ghazal and the subtleties of Ghazal, the flavor of the Ghazal tradition, diversity in thoughts, sweet language, influencing Ghazal's the living and lasting qualities of the society, human social and social. Problems and courage and sympathy of Bashir Ahmad bitab have been presented.

Keywords: Ghazal, Bashir Ahmed Bitab, Life, Grief, Social and Societal, Love, Emotions, cultural value.

ہماری مشرقی تہذیبی اقدار، روایات اور جذبات و احساسات کا ایک دلکش طرزِ اظہار اور پیرائیہ بیان اردو غزل کی صورت میں نمایاں ہے۔ غزل میں عشق و محبت کی کیفیات کے ساتھ ساتھ جمالیاتی، تاریخی، سماجی شعور اور زندگی کے متنوع پہلوؤں کا احساس اور ترجمانی بھی موجود ہے۔ جنوبی پنجاب کے شہر صادق آباد سے تعلق رکھنے والے حفیظ جالندھری کے ہم عصر شاعر اور دوست بشیر احمد بیتابؔ مشرقی مزاج کے مطابق فی الاصل تغزل پسند شاعر ہیں۔ ان کی غزل جذبات و احساسات کی آئینہ دار ہے۔ انھوں نے اپنے لیے ایک ایسا اسلوب زیست پسند کیا ہے جس میں حقائق کے ایسے گلاب کھلے ہیں، جن کو حقیقت الحقائق کی بہار جاوداں نکہت فشاں کرتی ہے۔

وہ مشرقی روایت کے مطابق ہر چیز کو صداقت، حسن اور خیر کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ اسی لیے عصر حاضر کی معاشرتی عام طرز زندگی سے مطابقت نہیں رکھتے۔ آج کے معاشرے میں زر پرستی کی اقدار ان کے تصور زندگی کے برعکس ہیں۔ اگر چہ وہ اپنی شاعری کے نرم و نازک لب و لہجے کی بدولت اتنی توانائی سے زمانے کے بے رحم اور سفاک چہرے سے نقاب نہیں اتار سکتے تھے مگر اپنے سادہ اور نرم اسلوب میں حق و صداقت کے خلاف اٹھنے والے اقدام کی تصویر تو پیش کر سکتے تھے جسے انہوں نے اپنی غزل میں پیش کر کے زمانے کو آئینہ دکھایا ہے۔ وہ نہ میرؔ کے قبیلے کے فرد ہیں نہ غالبؔ و مومنؔ کے بلکہ نہ وہ فیض و حسرت کے طرف دار ہیں البتہ کہیں کہیں اقبالؔ کی جھلک ضرور نظر آجاتی ہے۔ بشیر احمد بیتابؔ موضوعات و مضامین اس انداز سے منتخب کرتے ہیں کہ جن میں سچائی کا نور ہویدا ہو۔ مقصد حیات کا اظہار ہو، اور قاری صداقت سے آشنا ہو، یوں دنیا کی حقیقت بھی واضح ہو جائے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

گھٹی گھٹی سی ہے فضا، بجھی بجھی حیات ہے
درندگی کے ہاتھ میں نظام کائنات ہے

حیات جاوداں ملی ہے مٹ کے تیری راہ میں
ہر ایک چیز اس جہاں میں ورنہ بے ثبات ہے

کسی کو غزنوی کی آن بان دے کے بھیج دے
کہ پھر ترے جہان میں فتور سومنات ہے(۱)

امتحان در امتحان میں ڈال کر
زندگی کے نام پر الجھا دیا(۲)

بقول ڈاکٹر اجمل نیازی:

"بشیر احمد بیتابؔ نے تنہائی کی گہرائی میں اتر کر کوئی راز پالیا ہے۔ میرے خیال میں ویرانی اور حیرانی سہلیاں ہیں۔ بشیر احمد بیتابؔ نے سلگتے زخم کی حقیقت جاننے کی کوشش کی ہے۔ بچھڑ جانے کے کئی موسم ان کے دل میں اُترتے ہیں۔"(۳)

بقول تنویر ظہور:

"عمر کے صحرا میں بیٹھے وہ موتی ڈھونڈ رہے ہیں، انھوں نے تنہائی کے موڑ پہ کئی طوفان دیکھے ہیں۔"

بیتے سمے کا پل پل مجھ سے مانگے آج حساب
اک اک ورق پہ کالے دھبے میری عمر کتاب (۴)

دیکھا جائے تو بشیر احمد بیتابؔ کی داخلی دنیا اگر نمودار ہوئی تو خارجی دنیا بھی پُر بہار ہوئی، یوں ان کی غزل روداد رسم سے نکل کر گلستان ادب و علم پہنچی سادہ سادہ آسان سا اسلوب قاری کے دل میں اترنے لگا۔ شعور و احساس کے دائرے میں ابھرنے لگا۔ کوئی تند خوئی نہیں، کوئی شعلہ مزاجی نہیں، لہجے کی تندی و تیزی نہیں، انا کے جزیرے کی شادابی نہیں، ان سب چیزوں کی بجائے لہجے کا دھیما

پن، مزاج کا اعتدال اور جذبات کا خلوص ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ عصر حاضر کی غزل سے جدا رنگ، فطری ادا کا آہنگ اور بات کو صحیح انداز سے کہنے کا ڈھنگ بشیر احمد بیتابؔ کی غزل کی پہچان ہے۔ ان کی غزل میں تہذیبی اقدار اور روایت کے آثار کی کیا کیا موزونیت دیکھی ہے اور کیسی کیسی صلاحیت دیکھی ہے۔ مختلف لہجوں مختلف سوچوں اور اظہار کی مختلف سطحوں میں غوطہ زن ہو کر بیان کرنے کی سعی کرتا ہوں۔ موضوعات کا تنوع بشیر احمد بیتابؔ کی سادہ بیانی میں بھی قوس قزح کی طرح چمکتا ہے اور قلب و نظر کو زندگی سے آشنا کرتا ہے جو کچھ وہ کہنا چاہتے ہیں اور عام آدمی سے لے کر اہلِ علم تک پہنچانا چاہتے ہیں، اسی لیے آسان زبان میں پیش کر دیتے ہیں۔ غزل کی روایت میں عشق و محبت کی مختلف کیفیات کا بیان اہمیت کا حامل ہے۔ بشیر احمد بیتابؔ کی غزل بھی انہی کیفیات و واردات سے مزین ہے۔

> "میرؔ سے لے کر حسرتؔ تک غزل میں یہی پیرایہ اظہار ضوفشاں ہے۔ یہ رنگا رنگ محبت کی تابانیاں غزل کے کینوس پر نئی نئی تصویر میں ابھارتی رہی ہیں۔ شعرا کے دلوں کے جزیروں میں محبت کی شادابیاں بھی لہلہاتی رہی ہیں اور دشت و بیاباں کی اداسیاں بھی لہراتی رہی ہیں۔ اس روایت کی فضا تقریباً دو سو سال تک شفق رنگ رہی ہے۔ محبت کی بو قلمونی اور تلازمات کی رنگینیاں بھی اپنی بہار دکھاتی رہی ہیں۔"(۵)

لیکن بیسویں صدی میں علامہ اقبالؔ نے محبت کے پیرایہ اظہار ہی کا رنگ نہیں بدلا بلکہ اس کے مضامین کو جدید حسن دے کر دل کشی پیدا کر دی ہے۔ بعد میں جدید اسلوب میں محبت کا کینوس وسیع ہو گیا ہے۔ محبت کے تصورات میں بھی ایک انقلاب آ گیا ہے اور جذبہ عشق میں کئی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ سائنسی ترقی اور حالات کی گہما گہمی میں عشق و محبت کا مرکز و محور بھی بدل گیا ہے پھر معاشرہ میں حسن و قبح اور نیک و بد کے تصورات بھی ابھر آئے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ جدید تجربات بھی غزل کے جدید اسلوب میں در آئے ہیں۔

جب ہم بشیر احمد بیتابؔ کی غزل میں عشق و محبت اور حسن و جمال کے مضامین کا مشاہدہ کرتے ہیں تو یہاں رنگ غزل میں یہ موضوعات حقیقی روپ اور سادہ اسلوب میں چمکتے دمکتے ہیں۔ ایک نور معصومیت ایک جمال صداقت اور ایک حسن لطافت اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ محبت کی تڑپ، وفا کی طلب اور سلسلہ محبت کی طرب ان کی غزل کو پر کشش بناتی ہے۔ اس میں جھوٹ نہیں اور کھوٹ نہیں بلکہ عصمت، عزت اور عفت کا جمال درخشاں ہے۔ وہ فطرت کی آغوش میں پلے ہیں اس لیے ان کی محبت بھی پاکیزہ ہے۔ پھر کوئی گنجلک اسلوب نہیں۔ سچی گواہی دلوں کو موہ لیتی ہے۔ محبت کا حقیقی رجحان ظاہر ہوتا ہے۔ نہ کوئی داغ نہ کوئی دھبہ بلکہ اخلاقی معیار کی معراج اور تخلیقی جذبے کی قوت سامنے آجاتی ہے، آیئے ان اشعار سے لطف اٹھایئے۔

تری نظروں کے ایما سے مرے دل نے تجھے چاہا
خطا وار محبت کی بھلا اس میں خطا کیا ہے؟

اگر رسمِ وفا کا نام ہے جورو ستم یارو
تو پھر حیران ہوں دنیا میں اندازِ وفا کیا ہے؟(۶)

یہ نظر بد تھی کسی کی یا حادثہ کوئی
بکھر گیا ہے کہاں سلسلہ محبت کا

بڑھا ہوں جتنا بھی آگے میں دلبری کے لیے
وہ مجھ سے اتنا ہی کچھ اور دور جا نکلا(۷)

ہم گرفتار محبت تو رہے ہیں لیکن
پرزے داماں نہ ہوا چاک گریباں نہ ہوا

آنکھ اپنی تو گناہوں پر رہی اشک فشاں
حیف وہ دل ،کہ ستم پر بھی پشیماں نہ ہوا(۸)

بقول احمد عقیل روبی:

"بشیر احمد بیتابؔ کی موجودہ کتاب ان کی یادوں کا ایک خوب صورت روزنامچہ ہے۔ جس میں جذبات و احساسات کی کاریگری بھی ہے اور اس کاریگری میں فنی محاسن بھی موجود ہیں۔"(۹)

پڑے ہیں جب سے تیری یاد کے قدم دل میں
سلگتے زخم لیے پھر رہے ہیں ہم دل میں(۱۰)

تیری یادوں کا سہارا ہے مجھے
اس بھنور میں تو کنارا ہے مجھے(۱۱)

اُردو غزل کی روایت میں دنیا کی بے ثباتی کا بیان خاص معنویت کا حامل رہا ہے۔ بالخصوص تصوف کے زیرِ اثر دنیا معرفت حق کے لیے مشاہدے اور آزمائش کی جگہ ہے۔ یہ زندگی سفر اور انسان مسافر ہے، اس مسافر کی منزل در حقیقت وہ ابدی زندگی ہے جسے آخرت کہا گیا۔ سفر اور مسافر کی رعایت سے ایسے دیگر الفاظ غزل کی روایت میں کم و پیش تمام ہی شعرا نے استعمال کیے ہیں۔ جس میں اس دنیا کی فنائیت انسان کو زندگی میں وحشت سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور دنیا کی نفی کرتے ہوئے الدنیا مزرعة الآخرة کا سبق دیتی ہے اور اخروی دنیا کا اثبات ظاہر کرتی ہے۔ یوں اس دنیا میں انسانی زندگی کے نشیب و فراز ظہور پذیر ہونا لابدی ہو جاتے ہیں۔ کبھی زندگی دکھوں کا گھر بن جاتی ہے کبھی زندگی رضائے خالق کے حصول کا ذریعہ بن جاتی ہے مگر بے بنیاد ہے جیسے میرؔ نے فرمایا ہے:

چار دیوان عناصر میر
خوب جاگ ہے پر بے بنیاد(۱۲)

اقبال راہی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"غم والم کی کیفیت کو ماہرانہ انداز میں بیان کرنے پر انہیں قدرت حاصل ہے۔ وہ زندہ دل شاعر ہیں ادیب اور اسی حوالے سے ایک عظیم انسان ہیں کہ اپنے پیاروں کو اپنے ہاتھوں سے زمین کے سپرد کرنے پر بھی وہ ہمت نہیں ہارے اور ایک حوصلہ مند انسان کی طرح زندگی کے نظام کو چلا رہے ہیں۔"(۱۳)

احمد عقیل روبی لکھتے ہیں:

"بشیر احمد بیتابؔ اسی قبیلے کا شاعر ہے جس کے شعروں میں اس کے دکھ اور غم کے ساتھ ساتھ دوسروں کے غم اور دکھ کی بھی چاپ سنائی دیتی ہے۔ بشیر احمد بیتابؔ اردو اور پنجابی زبان کے ایک مستند شاعر ہیں۔ زبان اور بیان دونوں پر انہیں عبور حاصل ہے۔ یہ بات شاید انہیں حفیظ جالندھری کی صحبت سے حاصل ہوئی ہے۔(۱۴) بشیر احمد بیتابؔ ایک عرصہ سے شاعری کے میدان میں کار گزاری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ تقریباً دس کتابیں لکھ چکے ہیں اور یہ سب کتابیں فنی طور پر مضبوط لب و لہجے کی کتابیں ہیں۔ ہمارے نزدیک بشیر بیتابؔ کی شاعری کا یہ سب سے بڑا وصف ہے اپنے دکھ پر رونے والی آنکھ آپ کو عام مل جائے گی لیکن دوسروں کے دکھ پر رونے والی آنکھ ڈھونڈنے سے ملتی ہے۔ بشیر احمد بیتابؔ ایک ایسی آنکھ ہے جو دوسروں کے دکھ پر روتی ہے۔"(۱۵)

یہ کیا کیا تو نے کیسی بیتابؔ بات　　کہہ دی
خدا کرے وہ نہ دکھ نہ کوئی عذاب دیکھے (۱۶)

دُکھ پائے یا سُکھ جو کُچھ بھی ہم　　بیتابؔ نبھا بیٹھے
جیسے گزری جیسے بیتی آخر تو یہ بیت گئی(۱۷)

غم اور خوشی کی کیفیات زندگی کا لازمی جزو ہیں لیکن ان کو بامعنی بنا دینا کمال ہے۔ زندگی کے مراحل ان حالات سے لبریز ہیں۔ ان دونوں کیفیات میں محرومیت کا احساس بھی ہے اور طمانیت کا ادراک بھی ہے۔ حزن بھی ہے جس کے لیے سرور کائنات نے فرمایا الحزن رفیقی حزن میرا رفیق ہے۔ زندگی کی تعمیر میں ان کی اہمیت بشیر احمد بیتابؔ نے خوب بیان کی ہے سید عبداللہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حزن ایسے غم کو کہتے ہیں، جس کے ساتھ تفکر بھی ملا ہوا ہو اور اپنے اندر تخلیق کی صلاحیت بھی رکھتا ہوں جو اپنی ذاتی غرض یا ذاتی مقصد سے نہ ابھرا ہو بلکہ ایک اونچا اونچا غم جو سوچ اور غور و فکر اور تفکر کے ساتھ چلتا ہو اور تخلیقی بھی ہو۔"(۱۸)

اسی حوالے سے بشیر احمد بیتابؔ کی غزل پر تبصرہ کرتے ہوئے تنویر ظہور لکھتے ہیں:

"بشیر احمد بیتابؔ نے اپنی شاعری میں سلگتے اور گھمبیر زخموں کا ذکر بہت کیا ہے۔ زندگی کے سلگتے زخموں سے وہ اپنا جیون گزار رہے ہیں اور دل میں سلگتے زخم لئے پھر رہے ہیں۔ ان زخموں کا تذکرہ

بھی قارئین کو ان کی شاعری میں پڑھنے کو ملے گا۔(۱۹)بشیر احمد بیتابؔ کہ کئی عظیم لوگ چھوٹے شہروں میں پیدا ہوئے لیکن انہیں ذریعہ اظہار کے لیے وسیع میدان کی ضرورت ہوئی جو ظاہر بڑے شہروں میں میسر آسکتا ہے۔اس لیے وہ چھوٹے شہروں سے بڑے شہروں میں ہجرت کر گئے۔بڑے شہروں میں ہجرت کرنے کے باعث وہ نامور ہوئے میرے خیال میں وہ لوگ لاہور جیسے سرچشموں پر نہ پہنچ پاتے تو کوئی ان کے نام تک کو نہ جانتا۔بیتابؔ کا کہنا ہے کہ بڑے شہر سمندر کی مانند ہوتے ہیں، جن میں تمام دریا آکر مل جاتے ہیں۔سمندر میں اتری ہوئی چیزیں دکھائی نہیں دیتیں مگر رہتی ہیں۔دریا کا راستہ کتنے شہر و گراں کا راستہ بن جاتا ہے اور راستہ تو چلتا رہتا ہے۔" (۲۰)

ان مباحث سے جو بات مترشح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کیا ہے؟ یہ دنیا کیا ہے؟ اور اس میں زندگی کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ صرف ہمارے زمانے کے سوالات نہیں ہیں بلکہ تخلیق کائنات و آدم سے چلے آتے ہیں۔مفکرین نے ان حقائق کی تعبیر ڈھونڈنے کی سعی کی اور پھر شعرائے کرام نے بھی اپنے معنوی سفر میں انہیں تلاش کرنے اور اشعار میں بیان کرنے کی سعی کی۔آج کی غزل ان فکریات کو جدید اسلوب میں سموئے ہوئے ہے مگر اس میں تکلف و حکمت کا رنگ نہیں جو اقبالؔ کی غزل میں ہے۔بلکہ حسن بیان میں دنیا اور انسانی زندگی کی رنگینیاں اس طرح ہیں کہ تغزل کی روح موجود ہے۔بشیر احمد بیتابؔ بھی اپنی سادہ بیانی میں دنیا کی بے ثباتی اور نشیب و فراز کی کیفیات سے غزل کو ضیا بار کرتے ہیں پھر زندگی کے درد و آلام اور انسانی مصائب کے احوال سے حسن و جمال غزل سے منور کرتے ہیں جو غزل کا حقیقی اسلوب ہے۔وہ اسلامی ادب کے علمبردار ہیں انسان، کائنات اور زندگی کے بارے میں ایک نظریہ رکھتے ہیں اس لیے ان کی غزل میں خیالات کی روح حقیقت الحقائق کی ترجمان ہے۔انسانی زندگی کو اور دنیا کے نشیب و فراز کو اسی حسن و فتح سے دیکھتے ہیں۔ان کی غزل کی شعری لطافتیں اور تغزل کی نزاکتیں کہیں بھی مجروح نہیں ہوتیں۔اگرچہ وہ سادہ لسانی مزاج رکھتے ہیں مگر وہ غزل کے فن اور اسلوب سے آشنا ہیں۔غزل کی روایت کی چاشنی کے ساتھ ان کے ہاں خیالات میں تنوع بھی ہے۔لیجئے غزل کے اس حسن و جمال کا مشاہدہ کیجیے:

مشکلات و مصائب مرے سد راہ حادثے اپنی آغوش کھولے ہوئے
منزلیں ہیں کٹھن پُر خطر راستے حوصلہ چاہیے زندگی کے لیے(۲۱)

اُلٹا کتابِ زیست کا یُوں وقت نے ورق
میرے لہُو سے میرے فسانے رقم ہوئے(۲۲)

بیتابؔ جل رہا ہے نشیمن بہار میں
کیا کیا نہ باغبان کے ہم پر کرم ہوئے(۲۳)

گزری حیات اس طرح کچھ کائنات میں
فکر ثبات، زندگی بے ثبات میں

انساں کی ہے تلاش وہ جس کو جہاں ملے
کیا ڈھونڈتے ہو دوستو اب ذات پات میں(۲۴)

بشیر احمد بیتابؔ کے مندرج بالا اشعار کے ارتکاز تصور پر جب نظر گئی تو اقبالؔ کی وہ نظم پردہ ذہن پر رقصاں ہوئی جس کا عنوان ہے محاورہ مابین خدا اور انسان اس میں انسان جو اللہ کی عظیم ترین مخلوق ہے اور زمین پر اس کا نائب ہے اس نے اپنے آپ کو اسی منصب کا اہل ثابت نہیں کیا جو اسے عطا کیا گیا تھا۔ اس کا ظرف عالمگیریت اور لامحدودیت کا متحمل ثابت نہیں ہوا بلکہ اس نے مصنوعی حد بندیوں میں اپنے آپ کو محبوس کر لیا اور اپنی بے کراں وسعتوں کو محدود کر لیا پھر ذات پات لسانی تفریقات اور وطنی جہات کو اپنا مقصود بنالیا۔ اسی طرح مولانا روم کی مثنوی میں بھی جہاں عظمت انسان کے مختلف پہلو شامل ہیں، وہاں وہ شہر اور آبادی میں اس خاص انسان کی تلاش میں سرگرداں ملتے ہیں جو دینوی آسائشوں کے دام سے بچا ہوا ہو:

شیخ با چراغ ہمی گشت گرد شہر
کمر دام و دو ملوم و انسانم آرز دست(۲۵)

بشیر احمد بیتابؔ کے ان اشعار میں بھی اسی انسان کی تلاش کی سعی پیہم پوشیدہ ہے اب دنیا میں انسانی زندگی کے دیگر پہلو دیکھئے:

حیات چند روز کٹ گئی شام و سحر بن کر
کے فرصت سمجھنے کی فنا کیا ہے بقا کیا ہے؟(۲۶)

ہے مسجود ملائک وہی محبوب خدا
حضرت انساں نہ ہوا با خبر خود سے مگر حضر(۲۷)

زندگی مصائب کا درد ناک منظر ہے
درد و غم کے دریا میں ڈوب کر ابھرنا ہے(۲۸)

بشیر احمد بیتابؔ نہائے ہوئے فطرت کے مناظر میں زندگی کرتے ہیں۔ یہ دیہاتی زندگی پاکیزگی اور شائستگی کا مرقع ہوتی ہے۔ اگرچہ یہاں دینوی علمی فضا نہیں ہوتی، مگر عظمت انسانیت کی تعلیم خود فطرت دیتی ہے۔ یہاں باطل کے نقوش نہیں ہوتے بلکہ صداقت کے غنچہ و گل مہکتے ہیں۔ یہاں مادی آسائشوں کی تمنائیں نہیں ابھرتیں، نفسانی خواہشوں کی زلیخائیں نہیں گھومتیں بلکہ روحانی زیبائشوں کی تریائیں چمکتی ہیں جن میں رہنے والے ادیب و شاعر قلبی گھمبیرتا سے آزاد اور ذہنی ارتقا سے پُر اعتماد ہوتے ہیں۔ بشیر احمد بیتابؔ بھی ان سادہ لوح اور حکمت و بصیرت سے مالا مال شاعروں میں سے ہیں۔ دیہات سے انہیں محبت ہے۔ اگرچہ ان کی بستی کا راستہ کچا ہے۔ موسم گرما کی تپش اور تیز ہواؤں میں گرد و غبار کے بگولے ناچتے ہیں اور موسم برسات میں کیچڑ اور پھسلن سد سفر بنتے ہیں مگر وہ

ان کو حقیقی زندگی کا حصہ تصور کرتے ہیں۔ ان کی غزل کی سادگی اور حقیقت نگاری کا احساس کیجئے آپ کو غزل میں ایک جدید مضمون میسر آئے گا۔ اس میں غزل کا حسن ہے طرز بیاں کی چاشنی ہے۔ ایک نئی اور حقیقی محبت کا جذبہ ہے۔ کیا یہ معصومیت اور پاکیزگی آپ نے ماضی اور جدید دور کے شعرا میں دیکھیے۔ ان اشعار پر غور کیجیے:

مشکلات و مصائب مرے سد راہ حادثے اپنی آغوش کھولے ہوئے
منزلیں ہیں کٹھن پر خطر راستے ، حوصلہ چاہیے زندگی کے لیے

تیرگی بڑھتی جاتی ہے ایسے ہمسفر، دور منزل ہے اور راستہ پرخطر
راستے ہی میں ہم کھو نہ جائیں کہیں، رُخ سے پردہ اُٹھا روشنی کے لیے(29)

رائیگاں جائے نہ یہ محنت تری
اور بھی ہے امتحاں مشکل ذرا(30)

لٹ گئیں وہ رونقیں چوپال کی
اب وہ جینے کا مزہ جاتا رہا(۳۱)

بشیر احمد بیتابؔ کے ہاں اسلوب کی ایک اور خصوصیت جو دیگر شعرائے کرام کی غزلیات میں کم نظر آتی ہے وہ ہندی الفاظ کا استعمال ہے۔ بشیر احمد بیتابؔ کے ذخیرہ الفاظ میں ان کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ وہ اس شیریں زبان پر عبور رکھتے ہیں اور اپنی طرز ادا کو ان کے استعمال سے پُرکشش بناتے ہیں غزل کا حسن اسی اسلوب سے نکھر جاتا ہے، یہ مت سوچئے کہ اس سے ابہام پیدا ہو گا نہیں بلکہ ابلاغ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ عموماً گیت کی زبان ہندی زیادہ پر تاخیر ہوتی ہے کیونکہ اس زبان کے استعمال سے موسیقی کا آہنگ ابھرتا ہے۔ بشیر احمد بیتابؔ نے اس کے استعمال سے اپنی غزل میں موسیقی پیدا کی ہے۔ اس سے غزل کو ایک جدید رنگ ملا ہے۔ بشیر احمد بیتابؔ کی غزلیات میں بحور کے استعمال کا بھی تنوع ہے۔ ان میں طویل اور مختصر دونوں قسم کی بحریں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بحر موضوع کی مطابقت سے مرصع ہوتی ہے اور شاعر کی شخصیت کو منعکس کرتی ہے۔ بشیر احمد بیتابؔ کی بعض مختصر بحر میں تو سہل ممتنع کی حسین مثالیں ہیں۔ ان کے تجربے کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو وہ ترنم کے دلدادہ ہیں۔ ان کی غزلیات کے ان رنگوں کی بہار سے قلب و نظر کو مہکائیں

داغ بھی دل کے جلے پھر بھی چراغاں نہ ہوا
وہ ستارہ شب ہجراں بھی فروزاں نہ ہوا

مت روک ہمیں نالہ و فریاد سے ہمدم
دریا کے تلاطم میں گہر دیکھ رہے ہیں(۳۲)

بشیر احمد بیتابؔ کی ایک اور متاثر کن خوبی ان کی غزل کا مقطع ہے، جس میں وہ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر ایسی بات کہہ جاتے ہیں، جس میں صداقت کے پھول مہکتے ہیں۔ ان کے جذبات کی یہ سطح بھی بے حد بلند ہے۔ دنیاداری اور معاشرے کی زندہ اور پائندہ کیفیات ان میں در آتی ہیں۔ بعض اوقات مقطع غزل کی پوری روح پر محیط دکھائی دیتا ہے۔ گویا وہ انسانی سماجی اور معاشرتی مسائل کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں اور پھر انہیں اپنی قلبی واردات بنا لیتے ہیں، یہی حقیقت کا اظہار بن جاتی ہے اور قاری اسے اپنا مسئلہ تصور کرنے لگتا ہے۔ وہ معاشرے سے الگ دور کھڑے ہو کر تماشائی کی طرح دیکھنے کی بجائے اس کا تجربہ بھی اپنی ذات کے پردے میں کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے مقطعے ان کی شخصیت کی تصویر بھی بن جاتے ہیں۔ دیکھیے وہ کسی جرات اور ہمدردی سے معاشرے اور اپنی ذات کے پردے کھول کر حقائق ہمارے سامنے رکھ دیتے ہیں:

تیرگی کا سناٹا خوف کا سماں بیتابؔ
حادثوں کے جنگل میں جیر ہے ہیں ہم لوگ(۳۳)

ایک دن بیتابؔ کو تم ڈھونڈتے رہ جاؤ گے
یہ مسافر جب گیا تو لوٹ کر نہ آئے گا(۳۴)

دل نار سا کا تجھ سے بیتابؔ کب گلہ ہے
جو جفائیں تو نے کی ہیں انہیں کیا شمار کرنا(۳۵)

منتظر کوئی بیتابؔ ہو گا
چشم نم راہ تکتی رہے گی(۳۶)

بقول خالد بزمی:

"غالب کے قول کے مطابق وہ ستائش کی تمنا اور صلے کی پرواہ دونوں سے بے نیاز ہیں۔ اس کے برعکس وہ جو محسوس کرتے ہیں وہی کچھ عام فہم اور سیدھے سادے انداز میں کہہ دیتے ہیں۔ جو کچھ محسوس کرتے ہیں اسے آسان اور سادہ اسلوب میں بیان کر دیتے ہیں۔"(۳۷)

وہ گہری سے گہری بات اتنے سادہ انداز میں بیان کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

لکھا ہے تیرے ہجر کی راتوں میں تڑپنا
کیا خوب مقدر ہے بدلتا بھی نہیں ہے(۳۸)

بشیر احمد بیتابؔ کی غزل کے اس مختصر جائزے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ ایک ایسے شاعر ہیں جو اردو غزل کی روایت اور اپنی تہذیبی اقدار سے واقف ہیں۔ انہوں نے اپنی غزل میں زندگی کے متنوع پہلوؤں کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ عشق، محبت، دکھ درد اور المیہ کی تعمیری جہت کو اس انداز میں پیش کیا ہے جو زندگی کے حسن میں اضافے کا باعث ہے۔

حوالہ جات

۱۔ بیتاب، بشیر احمد، محراب سخن، لاہور، الحمد پبلیکیشنز، نومبر ۱۹۹۱ء، ص:۳۹

۲۔ ایضاً، ص:۶۰

۳۔ بیتاب، بشیر احمد، سُلگتے زخم، لاہور، دی پرفیکشنسٹس، ۲۰۱۳ء، ص:۲۱

۴۔ ایضاً، ص:۲۳

۵۔ شہمیر احمد ملک، بشیر احمد بیتاب بحیثیت شاعر، خیر پور، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، ۲۰۱۸ء، ص:۱۳۸

۶۔ بیتاب، بشیر احمد، محراب سخن، ص:۲۰

۷۔ ایضاً، ص:۲۵

۸۔ ایضاً، ص:۲۸

۹۔ بیتاب، بشیر احمد، سُلگتے زخم، ص:۲۳

۱۰۔ ایضاً ص:۳۰

۱۱۔ بیتاب، بشیر احمد، گئے دنوں کی اداس راتیں، لاہور، تسکین ذوق، ۲۰۱۴ء، ص:۱۶۷

۱۲۔ اکبر حیدری، ڈاکٹر، مرتبہ، دیوان میر، دہلی، ڈیلائٹ پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۳ء، ص:۲۱

۱۳۔ بیتاب، بشیر احمد، سُلگتے زخم، ص۱۹

۱۴۔ ایضاً، ص:۲۶

۱۵۔ ایضاً، ص:۲۷

۱۶۔ ایضاً، ص:۱۰۹

۱۷۔ بیتاب، بشیر احمد، بیتی کارت کا حساب، لاہور، سانجھاں پبلیکیشنز، نومبر ۱۹۹۲ء، ص:۸۴

۱۸۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، طیفِ غزل، لاہور، لاہور اکیڈمی، ۱۹۶۵ء، ص:۲۳

۱۹۔ بیتاب، بشیر احمد، سُلگتے زخم، ص:۲۳

۲۰۔ ایضاً، ص:۲۴

۲۱۔ بیتاب، بشیر احمد، محراب سخن، ص:۳۹

۲۲۔ ایضاً، ص:۳۱

۲۳۔ ایضاً، ص:۳۲

۲۴۔ ایضاً، ص:24

۲۵۔ علامہ محمد اقبال، اسرار رموز، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۴۰ء، ص:۲

۲۶۔ بیتاب، بشیر احمد، محراب سخن، ص:۲۰

۲۷۔ ایضاً، ص:۲۸

۲۸۔ بیتاب، بشیر احمد، گئے دنوں کی اداس راتیں، ص:۸۸

۲۹۔ بیتاب، بشیر احمد، محراب سخن، ص:۳۹

۳۰۔ بیتاب، بشیر احمد، گئے دونوں کی اداس راتیں، ص:۱۷

۳۱۔ ایضاً، ص:۵۶

۳۲۔ بیتاب، بشیر احمد، محراب سخن، ص:۳۰

۳۳۔ بیتاب، بشیر احمد، سُلگتے زخم، ص:۸۶

۳۴۔ ایضاً، ص:۹۷

۳۵۔ بیتاب، بشیر احمد، گئے دونوں کی اداس راتیں، ص:۱۷۳

۳۶۔ بیتاب، بشیر احمد، کیسے گزری شب غم ہماری، لاہور، تسکین ذوق، ۲۰۱۴ء، ص:۴۰

۳۷۔ بیتاب، بشیر احمد، محراب سخن، ص:۵۱-۵۲

۳۸۔ بیتاب، بشیر احمد، سُلگتے زخم، ص:۵۷

References in Roman Script:

1. Bitab, Bashir Ahmed, Mehrab Sukhan, Lahore, Al Hamad Publication, November ,1991, p:39
2. Ibid, p:60
3. Bitab, Bashir Ahmed, Sulagtay Zakham, Lahore, The perfectionists, 2013,p:21
4. Ibid, p:23
5. Shahmir Ahmed Malik, Bashir Ahmed Bitab Baheesiyat Shaar, khairpur, Shah Abdul Latif University, 2018,p:138
6. Bitab, Bashir Ahmed, Mehrab Sukhan,p:20
7. Ibid, p:25
8. Ibid, p:28
9. Bitab, Bashir Ahmed, Sulagtay Zakham,p:23
10. Ibid, p:30
11. Bitab, Bashir Ahmed, Gaye Deenon ki Udass Raatein, Lahore, Taskeen Zauq, 2014,p:167
12. Akbar Hidari, Doctor, (Murat), Dewan Meer, Dahli, Daylit Printing Press, 1973,p:213
13. Bitab, Bashir Ahmed, Sulagtay Zakham,p:19
14. Ibid, p:26
15. Ibid , p:27
16. Ibid, p:109

17. Bitab, Bashir Ahmed, Beeti Rut ka Hesab, Lahore, Sanjhan Publication, November, 1992,p:84
18. Seyd Abdullah, Doctor, Teeaf Ghazal, Lahore, Lahore Academy, 1965,p:23
19. Bitab, Bashir Ahmed, Sulagtay Zakham, p:23
20. Ibid, p.24
21. Bitab, Bashir Ahmed, Mehrab Sukhan,p:39
22. Ibid, p:31
23. Ibid, p:32
24. Ibid, p:24
25. Alama Muhammad Iqbal, Asarar Romoz, Lahore, Shekh Ghulam Ali and Sons, 1940,p:2
26. Bitab, Bashir Ahmed, Mehrab Sukhan,p:20
27. Ibid, p:28
28. Bitab, Bashir Ahmed, Gaye Deenon ki Udass Raatein,p:88
29. Bitab, Bashir Ahmed, Mehrab Sukhan,p:39
30. Bitab, Bashir Ahmed, Gaye Deenon ki Udass Raatein,p:17
31. Ibid, p:56
32. Bitab, Bashir Ahmed, Mehrab Sukhan,p:30
33. Bitab, Bashir Ahmed, Sulagtay Zakham, p:86
34. Ibid, p:97
35. Bitab, Bashir Ahmed, Gaye Deenon ki Udass Raatein,p:173
36. Bitab, Bashir Ahmed, Kessay Guzari Shab e Gham Hamari , Lahore, Taskeen Zauq, 2014,p:40
37. Bitab, Bashir Ahmed, Mehrab Sukhan, p: 51,52
38. Bitab, Bashir Ahmed, Sulagtay Zakham, p:57